رسائل و مسائل

بنک میں زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال: میں نے اپنی کچھ رقم بنک میں رکھی ہے کیوں کہ ہمارے ملک میں امن و امان کی صورت حال مایوس کن ہے۔ بنک سود بھی دیتا ہے اور زکوٰۃ بھی کاٹتا ہے۔ کیا اس طریقے سے زکوٰۃ دینے کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا مجھے اپنے ہاتھوں سے مزید رقم زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے؟ بنک نے جو رقم کاٹی ہے' اسے کیا سمجھا جائے؟

جواب: بنک میں رکھی ہوئی رقم سے اگر حکومت زکوٰۃ کاٹ لے تو اتنی رقم کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے جتنی رقم کی زکوٰۃ کاٹی گئی ہو۔ مزید رقم جو گھر میں ہو' یا کاروبار میں لگی ہوئی ہو' اس کی زکوٰۃ اور سامان تجارت (اگر کوئی ہو) یا سونا چاندی زیور کی شکل میں یا کسی دوسری شکل میں یا اپنی اصل شکل میں ہو تو اس کی زکوٰۃ الگ سے نکالنا ہو گی۔ سود دینا اور لینا دوسرا مسئلہ ہے۔ اس کا زکوٰۃ کی ادائیگی اور عدم ادائیگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس طرح ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ برے کام بھی کرتا ہے' رشوت لیتا ہے' سودی کاروبار کرتا ہے تو اس کی نماز ادا ہو جاتی ہے مگر رشوت اور سودی لین دین کا گناہ بھی ہوتا ہے۔ یہی حکم اس شخص کا ہے جس کی بنک میں رکھی ہوئی رقم سے زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے اور اس کے ساتھ وہ سود بھی لیتا ہے۔ یہی معاملہ حکومت کا ہے جو زکوٰۃ بھی وصول کرتی ہے اور سود بھی دیتی ہے۔ اس کا زکوٰۃ لینا صحیح ہو گا اور سود دینا ناجائز۔

موجودہ حکومتیں یہی تو کر رہی ہیں کہ انھوں نے اسلام اور غیر اسلام کا ملغوبہ تیار کیا ہوا ہے۔ زکوٰۃ وصول کر کے اپنے آپ کو اسلامی حکومت ظاہر کرتے ہیں اور سود لے کر اپنے آپ کو ترقی یافتہ حکومتوں کی صف میں کھڑا کر دینے کا دعویٰ کر رہے ہیں' اور معاشی ترقی کی خوش خبریاں سنا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سودی کاروبار چھوڑ دیں تو دنیا کی گاڑی نہیں چل سکتی۔ اسی تضاد کا نقصان یہ ہے کہ جو زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے وہ بھی بے برکت ہے اور اس پر ثواب بھی پورا نہیں ملتا اگرچہ فقہی لحاظ سے اس کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ نیکی کے ساتھ جب بدی شامل ہوتی ہے تو بعض اوقات دنیوی اور اخروی دونوں لحاظ سے نیکی بالکل معدوم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اس کے کافی حصے ختم ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شراب پیتا ہے اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور ایک حدیث میں

ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھ کر آتا ہے تو وہ نماز کا دسواں حصہ لے کر آتا ہے۔ دوسرا نواں حصہ، تیسرا آٹھواں حصہ، اور اسی طرح کوئی زیادہ کوئی کم، اور کوئی بالکل محروم لوٹتا ہے۔ (مولانا عبدالمالک)

کروڑ پتی سکیم

س: آج کل مختلف بنک اور مالیاتی ادارے کروڑوں روپے کے نقد انعامات اور کار اور دیگر پرکشش قیمتی انعامات کا لالچ دے کر ذرائع ابلاغ کے ذریعے، پوری قوم کو راتوں رات کروڑ پتی بننے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ کیا اس قسم کی اسکیمیں جوا اور قماربازی کے زمرے میں آتی ہیں؟ بعض لوگ اسے قرعہ اندازی قرار دیتے ہیں۔

ج: راتوں رات کروڑ پتی بننے اور بعض بنکوں کی طرف سے اکاؤنٹ کھولنے پر مفت کار حاصل کرنے کے حوالے سے آپ کے سوال کا جواب دینے سے قبل قرعہ اور جوے کے بنیادی فرق کی وضاحت ضروری ہے۔ بالعموم جو حضرات انعامی بانڈ یا اس قسم کی لاٹری کو رائج کرنا چاہتے ہیں، اسے قسمت کے کھیل اور قرعہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حقیقت واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ قرعہ میں کسی قسم کی بازی نہیں لگائی جاتی، نہ سٹہ ہوتا ہے، نہ کسی رقم یا جنس کو داؤ پر لگایا جاتا ہے۔ بلکہ ایک سے زائد جائز امکانات میں سے انتخاب کے لیے کسی ایک چیز کو بلاشعور و ارادہ چن لیا جاتا ہے۔ مثلاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تو غیر جانب داری سے یہ طے فرمانے کے لیے کہ امہات المومنین میں سے کون آپؐ کے ہمراہ جائیں، قرعہ سے طے فرماتے اور بعض اوقات ان ایام میں، جن میں ام المومنین کی باری ہوتی ان کو یا ان کی رضاکارانہ رضامندی سے کسی ام المومنین کو ساتھ لے جاتے۔ اس عمل میں نہ کوئی بازی لگتی نہ کسی قسم کے نقصان کے خدشے (risk) کا دخل ہوتا۔ اس کے برخلاف عرب جاہلیت میں جوئے کی مختلف شکلیں موجود تھیں جن میں رقم اور اجناس کو بازی پر لگایا جاتا تھا اور ایک معمولی رقم کو بازی میں لگا کر چند لمحوں میں ایک شخص نہ صرف مال دار بلکہ دوسرے کے اہل و عیال کا مالک بھی بن جاتا تھا۔

آج کے دور میں لاٹری کی جو شکل اختیار کی جاتی ہے یہ بعینہ جوے کی شکل ہے۔ ہزارہا افراد ایک معمولی رقم کے عوض ٹکٹ خریدتے ہیں اور ان ٹکٹوں پر جو نمبر درج ہوتے ہیں، ان میں سے کسی ایک پر کامیابی کی شکل میں لاکھوں روپے کے مالک بن جاتے ہیں۔ اگر ٹکٹ خریدنے کے بجائے ایک شخص دس ہزار روپے بنک میں جمع کراتا ہے اور اس کے عوض اسے ایک کاغذ کا پرزہ دیا جاتا ہے جس پر ایک نمبر لکھا ہو، پھر قرعہ اندازی سے کوئی ایک نمبر منتخب کر کے جن لوگوں نے حساب کھولا ہوا تھا ان میں سے کسی ایک کو کار دے دی جاتی ہے، تو یہ ہر لحاظ سے جوئے کی تعریف میں آتا ہے۔

یہی شکل کروڑ پتی بننے کی اسکیموں کی ہے۔ جب بھی ایک Instrument یا شے اس غرض سے لی جائے گی کہ اس کو لینے کے نتیجے میں قرعہ اندازی کے بعد جن جن افراد نے اس مقابلے میں حصہ لیا ہے، ان

میں سے جس کا نمبر نکل آئے، اسے کار یا کوئی بڑی رقم دے دی جائے تو شرعاً اس کی حیثیت وہی ہے جو عام جوے کی ہے۔ سورۃ المائدہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ○ (المائدہ ۵: ۹۰-۹۱) "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہو گی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمھیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے"۔

اس معاملے کے فقہی پہلو پر قرآن پاک کے اس حتمی فیصلے کی حکمت بہ ظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اکل حلال کے لیے محنت و مشقت اور حلال ذرائع سے حصول مال و دولت کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ راتوں رات مال دار بننے کا کلچر انسانوں میں وہ جلد بازی اور سہولت پسندی پیدا کرتا ہے جو معاشی جدوجہد اور محنت کی ضد ہے۔ جلد منفعت حاصل کرنے کی خواہش ایک شخص کو اللہ کے بندے کے بجائے مال کا بندہ بنا دیتی ہے۔ اس کی تمام کاوشیں جائز و ناجائز کی تمیز سے آزاد ہو کر، صرف حصول دولت پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔

سورۃ المائدہ کی اس آیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ جو سبب سود کو حرام کرنے کا تھا بعینہ وہی سبب جوئے کو حرام کرنے کا ہے۔ ایک سودی ادارہ بہت سے چھوٹے چھوٹے صارفین کی رقم لے کر اپنے معاشی مفاد کے لیے استعمال کرتا ہے اور رقم جمع کروانے والوں کو ایک مقررہ شرح سے "نفع" کے نام پر سود دیتا ہے۔ اسی طرح ایک لاٹری ڈالنے والا ادارہ لاکھوں افراد سے ٹکٹ کا معاوضہ وصول کر کے کروڑوں روپے جمع کرتا ہے اور اس رقم سے ایک کار یا ایک کروڑ روپے کا ایک انعام، ان میں سے کسی ایک کو دے کر بقیہ رقم خود اپنے فائدے کے لیے استعمال میں لاتا ہے۔ نتیجتاً جن لاکھوں افراد نے ٹکٹ لیے تھے، انھیں مایوسی کے علاوہ بدلے میں کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اور اگر بالفرض انھیں مایوسی سے بچانے کے لیے کوئی تحفہ خیال خاطر رکھنے کے لیے دے دیا جاتا ہے تو اس سے ان کا اس قسم کی کسی اسکیم کے لیے ٹکٹ خریدنا جائز نہیں ہو جاتا۔ ظاہر ہے ٹکٹ خریدنے کا مقصد محض وہ معمولی تحفہ حاصل کرنا نہ تھا، اس کا اصل مقصد کروڑ پتی بننا یا کار یا کوئی اور بڑی چیز حاصل کرنا تھا۔ اسی کا نام جوا ہے۔

اس طرح کے ہتھکنڈوں سے قوم کو لالچی، مادہ پرست، خود غرض اور استحصالی بنانے کے لیے قومی دولت کا استعمال، قومی وسائل ابلاغ عام کا استعمال، منکر اور فحش کو قائم کرنا اور معروف اور حسنات کو روکنا ہے۔ قرآن کریم نے سورۃ الحج میں واضح حکم دیا ہے کہ جب اللہ کے ایسے بندوں کو زمین میں اختیار دیا جائے تو وہ نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف کرتے ہیں اور منکر و فحش سے روکتے ہیں اور نفس اور مال

کے بندے نہیں بن جاتے۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○ (الحج ۲۲: ۴۱) "یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔ اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے"۔

بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت کے برعکس ہم اپنے ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات کو پوری قوم کو سودخوار، جواری اور فحش کا عادی بنانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی غلطی کا احساس دلائے اور اس حرام کام سے توبہ و استغفار کے بعد ہمیشہ کے لیے بچنے کی توفیق دے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

صحیح قرآن نہ پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز

س: ہماری مسجد میں ایک امام صاحب تقریباً ایک سال سے امامت کرا رہے ہیں۔ مگر قرآن پڑھتے ہوئے اکثر غلطیاں کرتے رہتے ہیں مثلاً اکثر مقامات پر "ع" کو نہیں پڑھتے اور اس کی جگہ "الف" پڑھتے ہیں۔ جیسے یعلمون کے بجائے یئلمون اور من شعائر اللّٰہ کے جگہ من شائر اللّٰہ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بغیر وقف کے رک جانا اور پھر آگے سے شروع کرنا، کبھی کبھی آدھی آیت سے قرات شروع کرتے ہیں اور کبھی آدھی آیت پر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ جب تقریر کرتے ہیں تو ایسی اسرائیلی روایات بیان کرتے ہیں کہ میں نے تو کیا کسی اور نے کبھی نہ سنی ہوں گی۔ جب ان کو کہتے ہیں کہ یہ آپ غلط پڑھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ اس سے معنی میں فرق نہیں آتا۔ ایک ہی غلطی بھول سے نہیں، بلکہ بار بار کرتے ہیں اور بتانے پر غصے بھی ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے میرے والد صاحب نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے اور مجھے بھی نماز پڑھتے ہوئے مزہ نہیں آتا۔ کیونکہ میرے خیال میں قرآن میں ایک زبر کا اضافہ یا کمی اپنی طرف سے کرنا اور پھر کہنا کہ اس سے معنی میں فرق نہیں آتا، بہت بڑی زیادتی ہے۔ براہ مہربانی اس الجھن کو دور فرمائیں۔

ج: نماز پڑھانے کے لیے ایسا امام مقرر کرنا چاہیے جو صحیح قرات کرتا ہو۔ آپ نے جن امام صاحب کے حالات لکھے ہیں وہ انتہائی تشویش ناک ہیں لیکن جب تک متبادل اچھے قاری کا انتظام نہیں ہو جاتا یا وہ اپنی اصلاح نہیں کر لیتے اس وقت تک انھی کی اقتدا میں نماز پڑھنی چاہیے۔ اگر حروف کو مخارج سے نہیں بلکہ مخارج کے قریب بھی ادا کرتے ہوں تب بھی نماز جائز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

اسی طرح اسرائیلی روایات کو جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں، بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے ان کو منع کرنا مناسب ہے۔ لیکن اس کے لیے حکمت کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ سختی یا توہین آمیز طریقے سے نہیں۔ (ع - م)

بائبل کے مطالعے سے قبل بسم اللہ کا پڑھنا

س: بائبل کا مطالعہ کرنے اور مذہبی معلومات حاصل کرنے کے لیے بائبل کے کسی حصے کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے ایک مسلمان کو بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اگر پڑھنا جائز ہے تو کیا دل میں پڑھیں یا زبان سے؟

ج: بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ہر جائز کام سے پہلے، جو حقیر نہ ہو، پڑھنے کی ہدایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر ذی شان کام جو اللہ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے، بے برکت ہو جاتا ہے۔ اس کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور وہ جذام کی بیماری لیے ہوتا ہے۔

موجودہ بائبل محرف ہے۔ اس میں کچھ باتیں اصل کتاب میں سے باقی ہیں۔ اس لیے ان کے مطالعے کی نیت سے بسم اللّٰہ زبان اور دل دونوں سے پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے۔ بائبل کی وہ باتیں جو قرآن پاک کے مطابق ہوں گی انھیں اصل کتاب سے سمجھا جائے گا اور جو اس کے خلاف ہوں گی وہ یہودی اور عیسائی علما کی طرف سے اضافے ہیں۔ واللہ اعلم (ع - م)

خانقاہ کی شرعی حیثیت

س: ترجمان القرآن (مئی ۹۸) میں رسائل و مسائل کے تحت "خانقاہ کو مرکز ہدایت بنایئے" پڑھ کر چند اشکال پیدا ہوئے۔ کیا خانقاہ کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟ خانقاہ کے نظام کو تقویت دینا کیا قبر پرستی کی قبیح رسم کو تقویت دینا نہیں ہے؟ کیا عرس منانے کی اجازت دینے سے عرس کے موقع پر ہونے والی خرافات بالخصوص عورتوں کی شرکت جیسے مسائل کو جواز نہ مل جائے گا؟ جواب واضح نہیں ہے۔ وضاحت فرما دیں۔

ج: خوشی ہوئی کہ آپ تحریر کا تنقیدی نقطہ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبے میں برکت پیدا فرمائے۔ جہاں تک خانقاہی نظام کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تربیت کے لیے انتظامی تدابیر اپنے اپنے حالات اور ادوار کے لحاظ سے کرنا جائز ہے۔ بدعت کا تعلق انتظامی طریقوں سے نہیں ہو گا۔ مثلاً جماعت اسلامی ایک تنظیم ہے۔ اس کا ایک تربیتی پروگرام ہے یعنی ہفتہ وار اجتماعات، ماہانہ اجتماع، مطالعہ لٹریچر وغیرہ۔ تبلیغی جماعت کا بھی ایک طریق کار ہے۔ اسی طرح علما کا تعلیمی سلسلہ ہے اور صوفیا کا اصلاح نفس کے لیے لائحہ عمل ہے۔ ان تمام طریقوں کے ذریعے، اگر کوئی شخص کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات نہیں بتلاتا تو بدعات کا ارتکاب نہیں کرتا اور یہ طریقے جائز ہوں گے۔ اس لیے کہ مقصد ان سب کا اصلاح نفس اور تعلیم و تربیت ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہر ایسی تدبیر جائز ہے جو ممنوع نہ ہو اور اسے صرف

انتظامی حیثیت حاصل ہو، عبادت کا درجہ نہ دیا جائے۔ آپ نے اگر جواب زیادہ غور سے پڑھا ہوتا تو آپ کو اشکال پیش نہ آتا۔ جواب میں ایسی تمام چیزوں سے جو خلاف شرع ہیں، اجتناب کی ہدایت تھی۔ قبروں کو پختہ بنانا، ان پر کتبے تعمیر کرنا اور مروجہ عرسوں کو جواب میں جائز نہیں قرار دیا گیا بلکہ ان سارے کاموں کو شریعت کے مطابق چلانے کی تلقین کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ وضاحت کر دی گئی تھی کہ جماعت اسلامی کے کاموں کے لیے جماعت اسلامی کے طریقے کے مطابق ان کاموں کو کیا جائے نیز یہ بھی کہ والد صاحب کے تمام مریدوں کو درس قرآن و حدیث، سیرت النبیؐ اور سیرت صحابہؓ و تابعینؒ سے وابستہ کیا جائے۔ جواب پہلے بھی واضح تھا۔ امید ہے اب آپ پر بات زیادہ واضح ہو جائے گی۔ (ع - م)

بانڈز، قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت

س: اگر انعامی بانڈ کی قرعہ اندازی میں انعام مل جائے تو اس کے جائز مصارف کیا ہیں، یعنی وہ رقم کہاں خرچ کی جائے؟ اگر رشتے دار و اقارب میں تقسیم کر دیا جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟ کیا اس رقم سے کاروبار کیا جا سکتا ہے؟ اگر کاروبار کرنے والے مقروض ہوں تو اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے؟ اگر کاروبار میں لگا کر آہستہ آہستہ وہ رقم نکال لی جائے تو کاروبار جائز ہے یا نہیں؟

ج: انعامی بانڈز میں دراصل سود کی وہ رقم جو الگ الگ تقسیم کی جاتی ہے، اکٹھی کر کے ایک یا دو یا چند آدمیوں کو دے دی جاتی ہے۔ یہ دراصل سودی رقم ہے۔ سودی رقم کو خود نہیں استعمال کرنا چاہیے بلکہ اپنے اعزہ و اقارب میں یا جو علاقے کے مستحق ہیں ان کو دے دینی چاہیے، صدقے کی نیت سے نہیں بلکہ مصرف میں خرچ کرنے کی نیت سے۔ اس رقم سے کاروبار بھی نہیں کرنا چاہیے۔ کاروبار حلال و جائز مال سے کیا جائے۔ انعامی بانڈز کے ذریعے لوگوں کے اندر جوے کی بیماری بھی پیدا کی جاتی ہے۔ انعام کے بہانے سودی رقم بھی کھلائی جاتی ہے اور انعام کے لالچ میں بے شمار لوگوں سے رقم بھی جمع کی جاتی ہے۔ (ع - م)